خواتین کی قرآنی خدمات

ڈاکٹر مسز بشریٰ بیگ

ایم اے پی ایچ ڈی اسلامک اسٹڈیز

خواتین نے دیگر علوم کی طرح قرآن کریم کی بھی خدمت کی اور یہ خدمت مختلف زاویوں سے کی گئی ہیں، جس میں درسِ قرآن، ترجمہ وتفسیر قرآنی احکامات کی نشر واشاعت اور اس کی خدمت کی سرخیل ازواج مطہرات و بنات النبی ہیں۔ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمات سب سے زیادہ ہیں۔

پروفیسر یسین مظہر صدیقی امہات المؤمنین کی تفسیری خدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: احادیث میں ازواج مطہرات کی تفسیری روایات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کمیت کے اعتبار سے ان کی روایات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن اس ضمن میں کچھ اور حقائق کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔جیسا کے پہلے کہا گیا کہ صحابہ کرام سے تفسیری روایات بہت کم مروی ہیں لہٰذا اس پس منظر میں ان کی عددی قدر و قیمت کا تعین کرنا چاہیے اور اس اعتبار سے یہ تعداد بھی معتد بہ تو ہے ہی۔پھر حقیقت بھی بہت اہم ہے کہ محدثین کرام نے اپنے روایتی اصولوں کے پیش نظر تفسیری روایات کے ردوقبول میں بھی بہت احتیاط وسختی برتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم میں ایسی روایات کی تعداد سب سے کم ہے صحیح بخاری میں ان کی تعداد کچھ زیادہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام موصوف نے کچھ نرمی یا تساہل سے کام لیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے طریقہ روایت کے مطابق ذراسی تفسیری مناسبت سے بھی دوسرے ابواب وکتب کی روایات اپنی کتاب التفسیر میں بھی لے لی ہیں جب کہ امام مسلم نے ایسا نہیں کیا۔امام احمد اور امام ترمذی نے زیادہ توسع سے کام لیا ہے اس لئے ان کے ابواب تفسیر میں روایات کی تعداد شیخین کی روایات سے کہیں زیادہ ہے۔

لیکن ان کی بیان کردہ روایات تفسیر کی مبینہ کثرت کو روایات کی اسناد کی کم رعایت اور حقیقی تفسیر کی کمی پر محمول کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ روایات کسی نہ کسی شکل میں دوسرے بزرگان حدیث

کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں اور محض سند کی مفروضہ کم رعایتی کی بنا پر روایت کو مسترد کر دینے کا رجحان خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے اور حقیقی تفسیر کی کمی کا معاملہ تو وہ شیخین کے ہاں بھی پایا جاتا ہے بلکہ امام مسلم کے ہاں تو تفسیر حقیقی کا عنصر اور کم ہے۔ قلت روایات کا ایک اور سبب یہ ہے کہ تفسیری باب کتب احادیث کا محض ایک باب ہوتا ہے جو موضوع کے سبب اور مختصر ہو جاتا ہے اور اس پر محدثین کرام کی روایتی احتیاط مستزاد پھر تفسیری کتب اور مجموعوں کی روایات ازواج مطہرات کو اس بحث میں شامل نہیں کیا گیا۔ ورنہ یقینی طور پر ان کی تعداد زیادہ ہوتی ایک اہم اور حقیقت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام اور بالخصوص ازواج مطہرات کی یہ وہ روایات ہیں جو رواۃ اور اہل علم کے قبضہ قلم اور احاطہ تحریر میں آ گئیں۔ نہ جانے کتنی ایسی روایات حدیث و تفسیر ہوں گی جو عام لوگوں نے سنی ہوں گی اور جو ایسے اہل علم نے حاصل کی ہوں گی جو روایت و نقل کے قائل نہ تھے اور جو بہت سے راویوں اور ناقلوں نے اخذ کی ہوں گی مگر وہ دستبرد زمانہ کے تحت ہم تک نہیں پہنچیں۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک جہاں نے ازواج مطہرات سے جو ان کی مائیں تھیں استفادہ کیا ہوگا ہر ایک ام المومنین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اسلام کے اصول وارکان و تعلیمات اور قرآن مجید کے مقامات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کیے ہوں گے اور ان سے علم آمیز جوابات پائے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی سے استفادہ زیادہ رہا ہوگا اور کسی سے کم لیکن ازواج مطہرات سے رجوع عام تھا کہ اولادوں کو اپنی ماؤں سے محبت تھی اور اس سے زیادہ اپنے عظیم ترین اور محبوب ترین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی اور آپ کے پیغام کی باتیں سننے کے لئے وہ ہر ایک کے پاس ازدہام کرتے تھے۔ اس حقیقت کے لئے کسی دستاویزی ثبوت یا تاریخی استناد کی ضرورت نہیں اگرچہ تلاش و تحقیق سے اس کی بھی کوئی کمی نہیں۔ دوسری اہم حقیقت جو عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جو علمی فضیلت اور کمالی تفوق حاصل تھا اس کا مظاہرہ تفسیری روایات کی کثرت میں بھی ہوا ہے حضرت ام المومنین کے فضل و کمال پر کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب نطق الٰہی اور حامل

وحی ربانی نے اپنی زبان صداقت بیان سے ان کے فضل وکمال اور برتری و بہتری کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کردیا ہے ان کی انہیں خصوصیات واوصاف ذہانت وفطانت اور وہبی واکتسابی لیاقت نے ان کو خاتم النبینؐ کے نزدیک دنیا کا سب سے زیادہ محبوب شخص بنادیا تھا۔ حتی کہ افضل بشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق بھی محبوبیت نبوی کے دوسرے مقام پر آتے تھے حضرت عائشہ کی ایک اہم اور امتیازی خوبی یہ تھی کہ وہ مزاج شناس رسول ہونے کے ساتھ ساتھ برابر سوالات واستفہامات کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں جبکہ اکثر دوسری ازواج مطہرات اپنے فطری حلم وتقدس فرمانبرداری اور خاطر نوازی وغیرہ کے سبب سوالات سے گریز کیا کرتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ کے بعد دوسرا مقام ومرتبہ اس ضمن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نظر آتا ہے۔ بقیہ ازواج مطہرات میں اور کسی کا نام تفسیری روایات حدیث میں سوائے حضرت حفصہ کے اور کسی کا نظر نہیں آتا۔ لیکن اس سے نقل روایات کی کمی ہی مراد لینی چاہیے نہ کہ قلت علم اور قلت توجہ کے فیصلے صادر کرنے چاہیے۔ اللہ کو معلوم ہے نہ جانے کتنے اشخاص نے دوسری امہات المومنین سے استفادہ علم حدیث وقرآن کیا ہوگا مگر وہ ہمارے علم و یقین کی حدود سے باہر رہ گیا۔ اس سلسلہ میں مختلف امہات المومنین کے شرف صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کی مدت کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی ان کی حیات افادہ عام کو۔ متعدد ازواج مطہرات کو یا تو یہ دونوں مدتیں کم نصیب ہوئیں یا ان میں سے کوئی ایک۔ حضرت عائشہ بہت خوش نصیب تھیں کہ ان کو دونوں مدتیں طویل ملیں اور دیگر ازواج مطہرات کے مقابلہ میں ان کو دوگنی مدت نبوی ملی کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری بھی ان کی خوش نصیبی کی جھولی میں آگری تھی۔

دوسرے عوامل میں سے ایک آخری یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دوسری ازواج مطہرات کے موازنہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ایک عوامی شخصیت اور امت مسلمہ کی قائدہ تھیں جبکہ دوسری تمام امہات المومنین نے مکانات نبوی کی حدود میں زیادہ تر اپنے کو محصور ومحدود کر رکھا تھا۔ موضوعاتی تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روایات تفسیر کا تعلق شان نزول سے ہے کچھ کا قرات واختلاف قرات

ہے۔بعض کا فضائل قرآن سے اور بعض کا تلاوت نبوی کے معمولات سے بعض کا واقعات کے پس منظر میں قرآنی استشہاد سے بہت کم روایات کو حقیقی تفسیر کے باب میں رکھا جا سکتا ہے ایک مختصر تجزیہ اس بیان کو منقح کر دے گا۔جن آیات کریمہ کی تفسیر کا تعلق خالص شان نزول سے ہے ان میں سورہ بقرہ اور سورہ نساء کے نزول سے متعلق اولین حدیث عائشہ کی ہے۔اسی میں سورہ ؤل عمران ۷ کی تفسیری روایت عائشہ سورہ نساء کی آیت ۴۳ سورہ آل عمران ۱۹۵ سورہ نساء کی آیت ۳۲ اور سورہ احزاب ۱۰۵ کی احادیث ام سلمہ، سورہ مائدہ ۴۳ کی آیت تیمّم سے متعلق حدیث عائشہ، سورہ فتح کی آیت ۱۲ اور سورہ قمر ۴۵ سے متعلق روایات عائشہ، سورہ عبس سے متعلق روایت صدیقہ، سورہ علق کے نزول سے متعلق ان ہی کی طویل روایت مکہ، مدینہ میں قیام سے متعلق ان کی مختصر روایت، رویت جبریل کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایت، مصحف صدیقہ کے بارے میں عراقی کے سوال سے متعلق روایت وغیرہ شامل ہیں۔قراءت واختلاف قراءت کے ضمن میں جو روایات شامل ہیں وہ حسب ذیل ہیں: سورہ آل عمران ۱۷۲ سورہ احزاب ۱۵ سورہ ھود ۴۶ سورہ واقعہ ۸۹ وغیرہ سے متعلق روایات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ. فضائل قرآن اور معمولات نبوی کے ضمن میں جو احادیث آتی ہیں وہ سورہ آل عمران کی آخری آیات کے بارے میں روایت سورہ فتح ۲ ، سورہ طور، سورہ نصر، سورہ فاتحہ، سورہ بنی اسرائیل، اور سورہ زمر وغیرہ کے بارے میں روایات۔واقعات کے پس منظر میں اور استشہاد کے بطور مذکور ہونے والی تفسیری روایات میں سود کی حرمت سے متعلق سورہ بقرہ کی آخری آیات سورہ نساء ۱۲۷، سورہ مائدہ ۱۰۳، سورہ یوسف ۱۸، سورہ مریم ۲۳، سورہ عبس ۱۶۔۱۵ اور سورہ علق ۲، وغیرہ میں شامل کی جا سکتی ہیں۔بہر حال قلت تعداد کے باوجود اچھی خاصی مرویات ازواج مطہرات کو حقیقی تفسیر کے اصلی خانے میں رکھا جا سکتا ہے اور ان میں بعض بہت اہم ہیں۔اتنی اہم کہ ان کے بغیر قرآن فہمی کا خاصا بڑا حصہ ناقص رہ جاتا۔ایسی اصلی روایات میں سب سے پہلے تو سورہ بقرہ کی وہ مرویات عائشہ صدیقہ ہیں جنہوں نے صفا و مروہ کی سعی وطواف کو یکے از ارکان حج قرار دیا۔ظاہر ہے کہ اس کے بغیر حج ناقص ہوتا۔خانہ کعبہ کی تعمیر کے بارے میں اسی سورہ کی آیت ۱۲۷ کی بھی تفسیر ام المومنین بہت اہم ہے اور اسی

طرح خانہ کعبہ کے قریب مقام ابراہیم سے متعلق ان کی ایک اور روایت۔ ارکان حج سے متعلق ان کی سب سے اہم تفسیری روایت سورہ بقرہ ۱۹۹ کی ہے کہ وقوف عرفات کے بغیر حج کی ادائیگی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی ذیل میں اس سورہ کی آیت ۲۱۴ کی ان کی تفسیری روایت ہے سورہ بقرہ ہی کی آیت ۲۳۸ میں نماز وسطی سے مراد نماز عصر بتانے والی روایت بھی بہت اہم ہے کہ ان کے سوا اور کسی نے اس کو اتنے زور و مضبوطی سے مرفوع نہیں کہا ہے۔ اور سورہ بقرہ کی آخری آیت ۱۲۳ کی جو تفسیر ان سے مروی ہے وہ بھی انسان کو اپنے اللہ سے تعلق و ربط استوار کرنے اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے لئے بہترین تفسیر اور لائحہ عمل فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح اس سورہ کی آیت ۲۲۳ سے متعلق تفسیر انسان کے تعلقات زن شوئی کی صحیح راہ متعین کرتی اور غلط کاری کا سد باب کرتی ہے۔ سورہ نساء ۳ کی تفسیر عائشہ یتیم لڑکیوں اور ان کے ولیوں کے اسلامی تعلقات متعین کرتی اور ایک صحیح سماجی روایت قائم کرتی ہے اسی طرح آیت ۱۲۸ کی تفسیر ام المومنین نہ صرف حیات نبوی کے ایک اہم باب پر روشنی ڈالتی ہے بلکہ دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق کی اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات کی حد بندی و تشریح بھی کرتی ہے عورتوں کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایات تفسیر شان نزول سے متعلق ہونے کے باوجود مرد و زن کے بارے میں صحیح اسلامی نقطہ نظر کی عکاسی کرتی ہیں ۔اور یہی بات آیت تیمّم کے بارے میں روایت صدیقہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ سورہ مائدہ ۶۷ کی تفسیر عائشہ اگر ایک طرف تبلیغ نبوی کی حقیقت بیان کرتی ہے تو دوسری طرف ان گمراہ فرقوں اور بدعقیدہ طبقوں کی اس بہتان تراشی کی کاٹ کرتی ہے جو عصمت انبیا پر اپنے خیالات باطلہ اور افکار فاسدہ کے ذریعہ دانستہ یا نادانستہ حملے کرتے رہتے ہیں جبکہ آیت ۸۹ کی تفسیر ام المومنین اپنے مسلمان بچوں اور بچیوں کی زندگی کو آسان بناتی ہے۔ اور آیت ۶۷ کی تفسیر حیات نبوی ۱۰۳ کی روایت حکم الٰہی کی تشریح و تعبیر کرتی ہیں۔ سورہ انعام ۱۰۳، سورہ نمل ۶۵، سورہ شوریٰ ۵۱، سورہ نجم ۱۳، سورہ تکویر ۲۳ کی آیت کریمہ کی تفاسیر آپ کی روایت الٰہی اور علم غیب کے بارے میں تمام شبہات کا قلع قمع کرتی ہیں۔ سورہ اسرا کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر تلاوت کلام پاک کا صحیح طریقہ بناتی ہے جبکہ سورہ

انبیا ۲۷ کی تفسیر ام المومنین ایک مسلم کو صحیح عادلانہ زندگیگذارنے کا اصول فراہم کرتی ہے۔ واقعہ افک سے متعلق عام آیات کی تفاسیر نہ صرف حیات نبوی کے کئی اہم واقعات کو روشن کرتی ہیں بلکہ بعض اصول زندگی متعین کرتی انسانی معاشرت کے اہم قواعد وضوابط پیش کرتی ہیں اور ۵ متبنیٰ کے بارے میں اسلامی اصول بیان کرتی ہے سورہ احقاف ۱۷ کی تفسیر والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض بتاتی ہے اور آیت ۲۴ عذاب الٰہی سے انسان غافل کو بیدار کرتی ہے اور سورہ عبس ۶۔۱۵ کی تفسیر کم پڑھے لکھے مسلمان کو رحمت الٰہی کا مژدہ سناتی ہے اور قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بتاتی ہے۔ سورہ علق کی تفسیر ام المومنین وحی قرآنی کے نزول کی عقدہ کشائی کرتی ہے اور آخری سورتوں کی تفسیری روایات حیات نبوی کے کئی باب روشن کرتی ہیں اور انسان کو اسوہ نبوی سکھاتی ہیں۔ اسی طرح فضائل اور قراءت کے بارے میں روایات قرآن مجید کے کئی دوسرے گوشے اجاگر کرتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ازواج مطہرات کی تفسیری روایات اپنی قلت تعداد کے باوجود کیفیت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں اور وہ قرآن فہمی کی کلید فراہم کرتی ہیں۔ احادیث کے مجموعوں میں مذکورہ مرویات امہات المومنین کی بنا پر کوئی غلط رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔ وہ تو ان کی عظیم الشان اور وسیع قرآنی خدمات کا صرف ایک پہلو پیش کرتی ہیں۔ سیرت وحدیث کی وہ روایات ازواج مطہرات جو اس بحث میں قصور بشری کے سبب آنے سے رہ گئیں اور تفسیری مجموعوں کی وہ مرویات جن کا سرے سے جائزہ ہی لیا نہیں گیا اور دوسری کتب کی روایتیں جن کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا وہ سب اگر جمع کر لی جائیں تو ازواج مطہرات کی قرآنی خدمات کا ایک منصفانہ اور صحیح جائزہ لیا جا سکے گا۔(۱)

بہت سی حافظات قاریات مقریات اور مفسرات تھیں۔ جنہوں نے حدیث کی طرح قرآن کی خدمت میں بہترین کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حفصہ بنت سیرین نے بارہ (۲) برس کی عمر میں قرآن کریم کو مع اس کے معانی ومطالب کے حفظ کر لیا تھا، فن تجوید وقرات میں بھی وہ مہارت رکھتی تھیں۔ ہشام راوی کا بیان ہے۔ جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قراءت کے بارے میں کوئی شبہ پڑ جاتا تو اپنے شاگردوں سے کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اسے کیسے پڑھتی ہیں۔ حفصہ

ہر رات نصف قرآن پڑھا کرتی تھیں۔(۳)

فاطمہ نیسا پوریہ مشہور مفسرہ تھیں۔قرآن کے اھم و مشکل مقامات پر اظہار خیال کرتی تھیں۔ابن ملوک نامی ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ بزرگ عورت نہیں دیکھی۔ایک دن میں نے ان کی علمیت پر تعجب کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔انہوں نے جواب دیا اولیاء میں سے ایک ولیہ تھیں اور میری استاذھیں۔(۴)

امت الواحد بنت المحاملی عالمیہ فاضلہ اور فقیہہ و مفتیہ کے ساتھ حافظ قرآن بھی تھیں۔

امام ضیاء الدین مقدسی کی بہن آسیہ اپنے زمانہ کی بے مثل عابدہ، زاہدہ اور حافظہ قرآن تھیں۔اسی طرح ان کی زوجہ آسیہ بنت محمد بن خلف قرآن کی بہترین عالمہ اور علوم قرآنی کی مہارت میں شہرت رکھتی تھیں،فن تجویز قرایدءت سے خاص شغف تھا۔(۵)

امام زین الدین ابوالحسن علی ابراھیم قاری مشقی مصری متوفی رمضان ۵۹۹ھ زبردست فقیہ واعظ مفسر قرآن تھے۔اور یہ تمام فضائل ان کی والدہ کی دعا کا نتیجہ تھے جو خود بھی نہایت نیک حافظہ قرآن اور مفسر تھیں۔ناصح الدین رادی کا بیان ہے۔

زین الدین سعد بدعاء زین الدین اپنی ماں کی دُعا سےاس والدته، کانت صالحة حافظة مرتبہ کو پہونچے،وہ بہت نیک حافظہ قرآن تعرف التفسیر اور تفسیر جانتی تھیں۔

امام زین الدین کا بیان ہے کہ جب میں اپنے ماموں امام شرف الاسلام عبدالوہاب سے تفسیر پڑھ کر والدہ کے پاس جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرتیں کہ ایش فسر الیوم بھائی نے آج کیا تفسیر بیان کی، جب میں بتاتا کہ فلاں فلاں سورتوں کی تفسیر بیان کی ہے تو فرماتیں کہ کیا فلاں کا قول نقل کیا؟ کیا فلاں بات بیان کی ہے؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو ان کا بیان کر کے کہتی تھیں کہ انہوں نے یہ چھوڑ دیا ہے۔ان کا یہ حال تھا کہ

کانت تحفظ کتاب الجواھر وہ اپنے والد کی لکھی ہوئی تفسیر کتاب

وهو ثلاثون مجلدة تاليف والدها الشيخ الضرح ، واقعدت اربعين سنة في محرابها(٦)	الجواہر کو جو تیس جلدوں میں تھی زبانی یاد رکھتی تھیں اور چالیس سال تک مصلی پر بیٹھی عبادت کرتی رہیں۔

طبقات المفسرین میں اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کی شیخ الاسلام ابو الفرج عبد الواحد بن محمد شیرازی مقدسی متوفی ۴۸۶ھ نے کتاب الجواہر کے نام سے تیس جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی اور یہ پوری کتاب ان کی صاحبزادی کو یاد تھی۔(۷)

امام ابو محمد سراج الدین عبد الرحمن بن عمر دانی حنبلی متوفی جمادی الاولیٰ ۲۴۳ھ کی اولاد میں ایک نابینا صاحبزادی تھیں جو اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں اعجوبہ شمار کی جاتی تھیں۔

وكانت له بنت عمياء تحفظ كثيرا اذا سئلت عن باب من العلم من الكتب الستة ذكرت اكثره وكانت في ذلك اعجوبة(٨)	ابو محمد حران کی ایک لڑکی نابینا تھی اس کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ صحاح ستہ کی کسی حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا تو فوراً بتا دیتی تھی قوت حافظہ میں وہ اعجوبہ تھی

میمونہ بنت ابو جعفر مدنیہ، مشہور قاریہ مجودہ تھیں انھوں نے یہ فن اپنے والد سے حاصل کیا تھا اوران سے دوسرے لوگوں نے پڑھا۔ امام القراء ابن جزری نے اپنی بیٹی سلمی کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے قراءت سبعہ میں قرآن مجید حفظ کر کے سنایا تھا اور قراءت عشرہ کی تعلیم بھی ان کے اصول کے مطابق حاصل کی تھی، وہ فن تجوید میں اس قدر آگے تھیں کہ اس زمانہ میں کوئی قاری و مجود ان کی ہمسری نہیں کرسکتا تھا۔

ابن تغر بروی نے النجوم الزاہرہ میں لکھا ہے خلیفہ ہارون رشید کی زوجہ زبیدہ کے محل سرا میں ایک ہزار باندیاں قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اوران کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کے مانند سنائی دیتی تھی۔ بنات اسلام نے قرآن کی خدمت اس کی کتابت کر کے بھی کی ہے۔ ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ شہر قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سو ستر عورتیں خط کوفی میں قرآن کریم لکھتی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پورے شہر قرطبہ کی عورتوں میں قرآن کریم کی کتابت کا کتنا ذوق رہا ہوگا

۔ہمارے ملک کے بادشاہ شاہجہاں کی پوتی شہزادی شاد خانم نے خط ریحان میں کمال متانت سے ایک قرآن کریم لکھا تھا جس کے آخر خط رقاع میں اپنا نام ونسب تحریر کیا تھا۔(۹)

۳۔قرآنی خادمات

ا۔ بیرم بنت احمد مالکیہ:

ان کے والد قرآن مجید پڑھاتے تھے اور فقہاء کے پاس بکثرت آنا جانا رکھتے تھے۔ اسی ماحول میں موصوفہ کی نشو ونما ہوئی۔قرآن کی قاریہ تھیں، شمس بن صائغ سے سات قراتیں پڑھیں اور ان کی صاحبزادی فاطمہ سے عشرہ کی تکمیل کی۔شاطبیہ وغیرہ بہت سی کتابیں حفظ یاد تھیں، ریاض الصالحین وغیرہ کئی کتابیں بکثرت مطالعہ میں رکھتی تھیں۔لیکن بعد میں جب شیخ البلد احمد بن تریمس سے شادی ہوگئی تو یہ فلاحی کاموں میں زیادہ مصروف ہوگئیں،

۲۔ حفصہ بنت سیرین (ہمشیرہ محمد بن سیرین):

ام ہذیل کنیت تھیں ،فقیہہ انصاریہ تھیں ،آپ ام المومنین سیدہ عائشہ کی ذہین شاگردہ تھیں۔آپ نے ان کے اخلاق و معارف سے بہت فائدہ اٹھایا۔عبادت فقاہت اور قرات میں بلند مقام پایا حتیٰ کہ ان کو سید میں شمار کیا کو جاتا ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں پایا جس کو حفصہ بنت سیرین پر فضلیت دے سکوں۔بارہ سال کی عمر میں قرآن شریف کی حافظہ ہوگئی تھیں۔لوگوں نے ایاس سے کہا،کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی حفصہ سے کمتر ہیں؟ کہنے لگے،ہاں! میرے خیال کے مطابق تو ان حضرات کو بھی حفصہ پر فضلیت حاصل نہیں ہے۔

موصوفہ کے بھائی محمد بن سیرین کو جب قرآن میں کوئی مشکل پیش آتی تو کہتے۔جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اس لفظ کو کس طرح پڑھتی ہیں (اور پھر اسی کے مطابق عمل کرو) حفصہ اپنے دل کو ہمہ وقت اللہ سے لگائے رکھتیں اور کثرت سے قرآن پاک ختم کرتی تھیں اور یہ معمول آخر زندگی تک رہا۔مہدی بن میمون کہتے ہیں۔وہاں سے صرف قیلولہ کے لئے یا قضاء حاجت کے لئے باہر

نکلتی تھیں۔

موصوفہ کے صاحبزادہ ہذیل سردی کے موسم میں انگیٹھی میں لکڑی جلا کر کمرے کو اپنی والدہ کے لئے گرم کرتے تھے اور موصوفہ اس کے ذریعہ تسکین محسوس کرتیں برابر عبادت اور نماز میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ جب ان کے بیٹے فوت ہو گئے تو صبر سے کام لیا فرماتی تھیں بعض اوقات بے ساختہ دل پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی ایک رات میں سورۃ نحل پڑھ رہی تھی کہ ان آیات پر پہنچی۔

ولا تشترو ا بعهدالله ثمنا قليلا انما عند الله هو خير لكم ان كنتم تعلمون ۔ما عند كم ينفد وما عند الله باق و لنجذين الذى صبروا اجر هم با حسن ما كانو ا يعلمون (اورتم لوگ عہد خداوندی کے بدلے میں تھوڑا مول مت حاصل کرو۔ بس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہی تمہارے لئے بدرجہ بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ اور جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم و قائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر ان کو ضرور دیں گے۔

میں ان آیات کو بار بار لوٹا کر پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ والی وہ کیفیت دور فرما دی۔

حفصہ رات بھر لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے خشیت الٰہی کی وجہ سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ ان کے متعلق یہ لطیفہ مشہور ہے کہ انہوں نے ایک سندھی باندی خریدی۔ باندی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی آقا کو کس طرح پایا؟ کہنے لگی کہ وہ بہت صالحہ ہیں لیکن ان سے کوئی اتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے کہ ساری رات روتی ہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ وہ گناہ ابھی تک معاف نہیں ہوا۔

۳۔ خدیجہ بنت احمد فاسیہ:

بہت نیک عالمہ فاضلہ تھیں۔ کتاب اللہ اور اس کی تجوید و قراءت کی حافظہ اور حروف کے مخارج کی خوب ماہرہ تھیں۔ ورش و قالون اور مکی وغیرہ متعدد قراءت میں تلاوت کرتی تھیں اور ان قراءتوں کی جملہ وجوہ و احکام سے بخوبی واقف کار بھی تھیں۔ پوری باقاعدگی سے قرآن شریف کی تعلیم میں

ہمیشہ مشغول رہتیں اور

عبادت و تلاوت بھی خوب کرتی تھیں ۔صرف ضروری اور کارآمد باتوں سے تعلق رکھتیں۔فضول اور لایعنی باتوں سے کوسوں دور رہا کرتی تھیں ۔امام ابوعلی حسن جنبوری سے قراءت حاصل کی اور آگے موصوفہ سے شیخ عبدالحفیظ فاسی نے تینوں قراءتیں نقل کیں ۔اور موصوفہ نے انہیں ان تینوں قراءتوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۴۔ ام الخیر بنت احمد بن عیسیٰ:

قاضی فاضل شہاب احمد بن عیسیٰ بن محمد اعمیٰ کی صاحبزادی تھیں اور وہ اپنے علاقہ میں عصفورہ کے نام سے معروف تھیں۔(شاید چڑیا کی طرح قرآن کو چہچانے کی عادت ہوگی)

810 ہجری سے پہلے ملیسا میں پیدا ہوئیں اور اپنے والد سے قراءۃ نافع کے مطابق قرآن مجید حفظ کیا پھر آخری سانس تک قرآن مجید برابر یاد رکھا اور پڑھتی پڑھاتی تھیں۔

صفر 849 ہجری میں وادی لیہ کی عبلاء نامی بستی میں بقاعی نے موصوفہ سے ملاقات کی اور وہیں ان سے قرآن پڑھا۔ بقائی بتاتے ہیں کہ موصوفہ بہترین کاتبہ، قاریہ اور فاضلہ تھیں ۔قراء ورمحدثین کی ایک جماعت سے موصوفہ کو اجازت حاصل تھی۔

۵۔ سلمیٰ ام الخیر بنت حضرت محقق ابن الجزری رحمتہ اللہ علیہ:

خود حضرت محقق رحمتہ اللہ علیہ طبقات القراء صغریٰ میں اپنی لخت جگر کا یوں تعارف کراتے ہیں۔

> "سلمیٰ جو میری بیٹی ہیں انہوں نے 813 ہجری میں حفظ قرآن شروع کیا پھر مقدمہ جزریہ اور مقدمتہ النحو حفظ کرکے مجھے سنایا۔اس کے بعد طیبتہ النشر حفظ کرکے اس کے مطابق مجھے قراءت عشرہ حفظاً سنائیں۔حتیٰ کہ 12 ربیع الاول 823 ہجری میں اس کی تکمیل کرلی ۔تلاوت اتنی صحیح اور معیاری کہ کیا مجال کہ کوئی اختلاف بھی چھوٹ جائے"

دسویں قراءتوں میں اس قدر کمال و مہارت اور یادداشت حاصل کی کہ عزیزہ کے کا

ہمعصر کوئی شخص بھی اس میں ان کا مثیل اور ہم پلہ نہ تھا۔

علم اشعار اور عربیت بھی سیکھی، خطاطی میں کمال حاصل کیا۔ عربی اور فارسی نظم پر بھی قادر الکلام تھیں، مجھ سے حدیث بھی پڑھی اور علم حدیث میں بھی یدطولی حاصل کیا۔ بفضلہ تعالی روز افزوں روبترقی ہیں

۶۔ عائشہ بنت ابراہیم ام محمد دمشقیہ:

661 ہجری میں پیدا ہوئیں۔ ابن عساکر وغیرہ سے حدیث شریف سنی، قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ عورتوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ کئی خواتین نے ان سے پورا قرآن شریف پڑھا اور بھرپور علمی استفادہ کیا۔

موصوفہ کے داماد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میری خوش دامن عبادت کی کثرت اور قرآن کی خوبی ء ادا میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اس بارے میں کئی مردوں سے سبقت لے گئی تھیں۔ دنیا سے بہت بے رغبت تھیں اپنے پاس مال واسباب بہت کم مقدار میں رکھتی تھیں۔

حافظ ابوالحجاج یوسف مزی ان کے خاوند تھے جو اپنے زمانہ میں ملک شام کے مشہور محدث گزرے ہیں اور جو تہذیب الکمال فی اسماء الرجال نیز تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف کے مؤلف ہیں یہ وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں ابن طولون کا قول ہے کہ بعد کے سب محدثین ان دو کتب کے عیال ومحتاج ہیں، کوئی محدث بھی ان سے استغناء و بے نیازی کا دعوی نہیں کرسکتا۔

۷۔ عائشہ بنت عمران منوبی:

موصوفہ کو ان کے والد نے قرآن شریف حفظ کرایا حتیٰ کہ حفظ خوب پختہ ہوگیا۔ پھر موصوفہ نے عبادت پر پوری توجہ مرکوز کردی اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلی، سوت کات کر گزر اوقات کرتی تھیں

منجلہ ان محاسن وکمالات کے علاوہ یہ کہ پوری زندگی میں ایک ہزار پانچ سو بیس مرتبہ 15200 قرآن پاک ختم کیا۔

فقراء اور مساکین کے ساتھ خوب حسن سلوک سے پیش آتیں اور حاجت مند لوگوں کی

ضرورتیں پوری فرماتیں اور اپنی آمدنی میں سے کوئی چیز بھی ذخیرہ کر کے نہ رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ فرمایا کرتی تھی کہ اگر میری جیب میں رات کو ایک درہم بھی باقی رہا ہوگا جس کو میں خیرات نہ کرسکی تو میری پوری رات کی عبادت ناقص ہوگی۔ سبحان اللہ، اس سے موصوفہ کی دریا دلی اور دردمندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

وفات کے وقت آخری کلمہ جو ان سے سنا گیا یہ آیت کریمہ تھی ان اللہ مع الذی اتقواو و الذی هم محسنون (یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیکو کار ہوتے ہیں)

۸۔ عائشہ بنت یوسف باعونیہ:

موصوفہ عالم جلیل یوسف بن احمد بن ناصر باعونی مقدسی الصالحی الدمشقی الشافعی کی صاحبزادی تھیں جن کو ان کے والد چار سال کی عمر میں قدس سے دمشق لے آئے تھے اور وہیں انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔

موصوفہ نے اپنے دوسرے بہت سے بہن بھائیوں سمیت اپنے والد ہی کے زیر سایہ تربیت پائی اور ان سب نے والد صاحب ہی کے ہمراہ اکٹھا حج بھی کیا۔ موصوفہ نے بذارت خود اپنی سیرت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

اللہ پاک نے بحمدہ مجھ میں اپنی کتاب کریم کی قراءت کی صلاحیت ودیعت رکھی ہے اور صرف آٹھ سال کی عمر میں مکمل قرآن شریف کے حفظ کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے

919 ہجری میں قاہرہ میں جا کر بہت سے علوم حاصل کئے اور وہیں سے افتاء اور تدریس کی اجازت بھی مرحمت ہوئی

تالیف کے لحاظ سے عائشہ باعونیہ موصوفہ کو پوری اسلامی تاریخ کی عالمہ خواتین میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے چنانچہ موصوفہ کی چند تالیفات حسب ذیل ہے۔

۱۔ الاشارات المخفیه فی المنازل العلیه یہ بحر رجز کا ایک قصیدہ ہے

۔جس میں ہروی کی کتاب منازل السائرین کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

۲۔ الدرا الغائض فی بحر المعجزات و الخصائص یہ سیرت نبویہ ﷺ پر ایک قصیدہ رائیہ ہے۔

۳۔ صلاۃ السلام فی فضل الصلاۃ والسلام علی اس میں علامہ سخاوی کی کتاب القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع

کا اختصار پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ الفتح المبین فی مدح الامین یہ نعت نبوی ﷺ پر ایک قصیدہ میمیہ ہے

۹۔ فاطمہ بنت عبداللہ بن متوکل علی اللہ:

موصوفہ علوم دینیہ کی عالمہ اور انتہائی ذکیہ اور دیندار و متقیہ تھیں۔ سورۃ توبہ تک قرآن شریف حفظ یاد کیا تھا۔ پوری باقاعدگی کے ساتھ روزانہ سات پارے منزل پڑھا کرتی تھیں، جب یحیی اشرف الدین امام متوکل علی اللہ سے موصوفہ کی شادی ہوئی تو جامع [illegible] کا دونوں آپس میں تکرار اور دورہ کیا کرتے تھے اور اس کی مشکلات کے حل میں اپنے خاو[illegible] موصوفہ بھی حصہ لیا کرتی تھیں۔ 895ہجری سے 910ہجری میں وفات پائی۔

۱۰۔ فاطمہ بنت محمد یوسف دیروطی:

ان کے والد ابن الصائغ کے نام سے مشہور [illegible] موصوفہ عالمہ، فاضلہ تھیں۔ اول قرآن کریم حفظ کیا پھر شاطبیہ وغیرہ کئی کتب حفظ کیں۔ ا[illegible]لد سے قراءت کی مشق کی پھر قاہرہ کے شہاب سکندری اور زین جعفر سے قراءتیں پڑھ کر مزید پختگی اور کمال حاصل کیا۔ حتیٰ کہ فن قراءت کی خوب ماہرہ اور فاضلہ بن گئیں۔

شاطبیہ خوب مستحضر اور نوک زبان تھی۔ اس کے علاوہ مطالب کو بھی خوب اچھے طریقے سے سمجھتی تھیں بلکہ کئی جگہ اپنی طرف سے نئے عمدہ فوائد اور مباحث بھی بتایا کرتی تھیں مردوں اور عورتوں کی ایک معتد بہ جماعت نے موصوفہ سے استفادہ کیا۔ جن خواتین نے ان سے قراءتیں پڑھیں انہی

میں سے بیرم بنت احمد بن محمد دیر وطیبہ بھی تھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔

۱۱۔ بنت فائز القرطبی:

علم وادب کے فنون کے حفظ کے متعلق موصوفہ کو ید طولی حاصل تھا۔ اپنے والد فائز سے تفسیر ولغت عربیہ اور علم اشعار اور اپنے خاوند ابوعبداللہ بن عباد سے فقہ حاصل کیا۔

قراءت سیکھنے کے لئے امام ابوعمرو دانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن آپ کو پھوڑے کی تکلیف میں مبتلا پایا جو کہ ان کی وفات کا سبب بنا۔ اس پر موصوفہ نے حضرت دانی رحمتہ اللہ علیہ کے قابل شاگرد کے متعلق استفسار کیا تو ابوداؤد مقری کا نام لیا گیا۔ جب ابوداؤد بلنسیہ پہنچے تو 444 ہجری میں موصوفہ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پر قراءت سبعہ ان سے پڑھیں۔ پھر حج کیا اور واپسی پر مصر میں 446 ہجری میں وفات پائی۔

۱۲۔ ہجیمہ بنت حیی ام درداء صغریٰ تابعیہ:

حضرت ابو درداء کی تیسری بیوی تھیں۔ صغر سنی میں ابو درداء سے قرآن پڑھا اور خود موصوفہ سے آگے ابراہیم بن ابی عبلہ اور عطیہ بن قیس وغیرہ ھما نے قراءت نقل کی ہے۔

جب حضرت ابو درداء فوت ہونے لگے تو ام درداء نے ان سے کہا کہ دنیا میں تو آپ نے میرے والدین کو میرا پیغام نکاح بھیجا تھا اور انہوں نے آپ سے میری شادی کر دی تھی لیکن آخرت میں از خود آپ کو پیغام نکاح دیتی ہوں، وہاں میرا خیال رکھنا۔ اس پر حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ پھر میرے بعد تم کسی اور سے نکاح نہ کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ المرءاۃ لاخراز واجھا

(عورت اپنے آخری خاوند کی ہوگی)(۱۰) ابو درداء کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے ام درداء کو پیغام نکاح بھیجا تو موصوفہ نے پوری بات بتا دی۔ اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا تو پھر آپ روزے رکھنا اپنے اوپر لازم پکڑلو۔

ام درداء فرماتی تھیں کہ میں نے ہر طرح کی عبادت کی لیکن جو سکون قلبی اور مقصد بر آری کی خاصیت مجالس ذکر میں پائی کسی بھی عبادت میں ہرگز نہیں پائی۔ نیز ارشاد فرماتی تھیں کہ

عبادت گزاروں کے دلوں کے لئے دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگرنی ہے جس نے بھی دنیا کو ترجیح دی اسی کو دنیا نے ذلیل وخوار کر دیا۔

یونس بن میسرہ بن حلبس روایت کرتے ہیں کہ کئی عبادت گزار خواتین رات کو ام درداء کے پاس آ جایا کرتیں اور پھر وہ سب مل کر رات کو اتنا لمبا قیام کرتیں تھیں کہ ان کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔

۱۳۔ بی بی فاطمہ نیشاپوری:

بی بی فاطمہ خراساں (ایران) کے شہر نیشاپور کی رہنے والی تھیں۔ معرفت الٰہی میں بہت آگے تھیں۔ انہیں قرآن کریم کی تفسیر اور مطالب بتانے میں ایسا کمال حاصل تھا کہ جو بھی سنتا تھا عش عش کر اُٹھتا تھا عبادت کرنے سے اس قدر شغف تھا کہ ساری ساری رات نوافل میں گزار دیتی تھیں، کھانا بالکل سادہ ہوتا اور پیٹ بھر کر کبھی نہ کھاتی تھیں۔

آپ ایک لمبا عرصہ بیت اللہ میں مقیم رہیں۔ اس زمانے میں ان سے بڑے بڑے علماء اور اولیاء نے کسب فیض کیا۔ حضرت بایزید بسطامی اور حضرت ذالنون مصری جیسے بزرگوں نے ان کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی میں ایک باکمال عورت دیکھی ہے اور وہ فاطمہ نیشاپوری ہے، جس مقام اور مسئلہ پر ان سے گفتگو کی، ان کو اس سے آگاہ پایا۔ بی بی فاطمہ نے 223 میں وفات پائی۔

۱۴۔ قاریہ بشیر النساء:

حافظہ قاریہ بشیر النساء دختر حافظ بدر الاسلام عثمانی نے 1285 ہجری میں تقریباً 43 برس کی عمر میں بیوہ ہو جانے کے بعد قرآن پاک حفظ کیا۔ کچھ عرصہ تک 15 اور پھر 10 پارے روزانہ صبح کی نماز کے بعد پڑھتی تھیں، پھر ایک عرصہ ایک منزل اور جب زیادہ ضعیف ہوگئیں تو 3 پارے پڑھتیں۔ حضرت قاری محی الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی پھوپی تھیں۔ 1332 ہجری میں معمر 90 سال کی عمر وفات پائی۔

۱۵۔ شاہی محل میں ایک ہزار حافظہ وقاریہ خادمات:

محمود خلجی والی مالوہ کے عہد میں شادی آباد مانڈو علم وفضل کا مرکز تھا۔ تمام ملک گویا شیراز اوسمرقند بن گیا تھا۔ محمود خلجی نے ایک مدرسہ اجین میں ایک سارنگ پور میں تعمیر کرایا۔ اس کے جانشین غیاث الدین خلجی نے بھی مدارس کوفروغ دیا۔ اس کے زمانے میں حفظ وقراءت کا اتنا چرچا تھا کہ شاہی محل میں ایک ہزار خادمات حافظہ وقاریہ تھیں ۔ یہ جوان العمر لڑکیاں مختلف شفٹ بنا کر قرآن پڑھتیں رہتی تھیں۔

۱۶۔ زبیدہ زوجہ خلیفہ ہارون الرشید:

ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ زبیدہ خاتون اہلیہ خلیفہ ہارون الرشید کی سو باندیاں تھیں ،سب کی سب پورے قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ ان کے علاوہ بعض باندیوں کو کچھ کچھ حصہ حفظ تھا۔ شاہی محل میں حافظہ باندیوں کی تلاوت کی آواز شہید کی مکھی کی بھنک کی طرح سنائی دیا کرتی تھی۔(۱۱)

۱۷۔ ضبط قرآن میں پانی پت کی ایک خاتون کا عجیب واقعہ:

قرآن پاک کی سورۃ النساء کا دوسرا رکوع یوصیکم اللہ ہے۔ اس کی آیتوں میں متشابہات اور باہم ملتے جلتے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً! ان کان لکم ولد، ان لم یکن لھن ولد ، ان لم یکن ولد ،فلامہ الثلث ،فلامہ السدس ، یوصی بھ ، یوصین بھا ،توصون بھا ، یوصی بھا۔ یہ رکوع حفاظ میں خاصا مشکل شمار کیا جاتا ہے۔ پانی پت میں ایک دوشیزہ نے اعلان کیا کہ جوشخص مجھے یوصیکم اللہ والا رکوع اس طرح صحیح اور پختہ سنادے کہ میں جو لفظ بولوں وہ اس سے آگے صاف صاف پڑھ دے تو میں اس آدمی سے نکاح کرلوں گی۔ اس پر کئی بڑے بڑے جید حفاظ آئے لیکن ناکام واپس ہوتے رہے۔ حتی کہ کافی دنوں کے بعد ایک حافظ نے اسے یہ رکوع حسب منشا سنادیا اور اس خاتون نے اس حافظ مرد سے نکاح کرلیا۔

ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان خواتین نے حفاظت قرآن،

کتابت قرآن اور تفسیر قرآن کے شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ اپنے گھروں کے کام کاج سمیٹ کر بقیہ وقت قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں گذارتی تھیں۔ قرآن مجید کے انوارات نے ان کے سینوں کو منور کر دیا تھا۔ (۱۲)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
ہم ہوئے خوار تارک قرآن ہو کر

۱۸۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن مصری کی قرآنی خدمات

علوم قرآن کے تمام مباحث پر قرن اول سے اب تک ہر پہلو اور ہر زاویہ سے بحث کی جاتی رہی ہے لیکن پھر بھی ان کا حق ادا نہ ہوسکا اور اب بھی وہ تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے مباحث کی طرح، اعجاز قرآن' کا موضوع بھی ابتداء ہی سے زیر بحث رہا ہے۔ اگرچہ ابتدائی صدیوں میں متکلمین کے کلامی مباحث یا مفسرین کی تفسیروں کے ضمن میں اس کا تذکرہ ہوتا تھا۔ لیکن بہت جلد اس موضوع پر مستقل تالیفات وجود میں آنے لگیں۔ چنانچہ کوئی صدی ایسی نہیں ملتی جس میں اعجاز قرآن کے موضوع پر پائے جانے والے علمی سرمایہ میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی پیش نظر کتاب ''الاعجاز البیان للقرآن الکریم'' ہے جسے ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی نے تالیف کیا ہے۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی کا نام تفسیر اور علوم قرآن سے شغف رکھنے والے حلقہ میں نامانوس اور غیر معروف نہیں ہے۔ ابتداء میں ان کا رجحان عربی ادب کی طرف تھا لیکن مطالعہ قرآن کی طرف ان کا ذہن موڑنے میں نمایاں کردار ان کے استاد مشہور عالم وادیب امین الخولی کا ہے جو ان کے شوہر بھی تھے۔ انہوں نے ان کی تربیت اور رہنمائی کی اور علمی وادبی صلاحیتیں پروان چڑھائیں۔ بنت الشاطی نے اپنی کتاب ''التفسیر البیانی'' کے مقدمہ میں خود اعتراف کیا ہے کہ میرا طریقۂ تفسیر استاد امام امین الخولی کا بتلایا ہوا ہے۔ عربی ادب سے دلچسپی اور اس میں ان کی متعدد تالیفات ہونے کی وجہ سے انہیں ۱۹۶۲ء یا ۱۹۶۳ء میں جامعہ عین شمس

مصر میں استاذ کرسی اللغة العربیة وآدابھا کا عہدہ ملا۔ اسی وقت سے وہ قرآن کریم کے مطالعہ، غور وخوض اور منہجی تطبیق میں مشغول ہیں۔ اب تک قرآنی موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں آچکی ہیں جن میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں: التفسیر البیانی للقرآن الکریم دو حصے، مقال فی الانسان ودراسة قرآنیة، القرآن والتفسیر العصری۔ اس زمانے سے اب تک مختلف اوقات میں الجزائر، ہندوستان، پاکستان، بغداد، کویت، سوڈان، مراکش، امارات، لبنان اور دوسرے ممالک میں مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں یونیورسٹیوں اور سیمیناروں میں قرآنی موضوعات پر مقالات پیش کرچکی ہیں۔ ان میں سے کچھ موضوعات یہ ہیں:

منهج التفسير البياني، مشكلة الترادف اللغوى في ضوء التفسير البياني للقرآن، قضية الاعجاز، الاعجاز البياني للقرآن، جديد من الدراسة القرآنية، منهج الدراسة القرآنيه القرآن و حقوق الانسان، من اسرار العربية في البيان القرآني.

• ۱۹۷۱ء سے موصوفہ جامعة القیزوین مغرب میں مطالعات قرآن کی پروفیسر ہیں۔ اور دار الحديث الحسينيه رباط، كلية الشريعة فاس اور كلية اصول الدين نطوان میں قرآنی موضوعات پر لکچر دیتی ہیں۔

ان کے زیر نگرانی متعدد اسکالر نے قرآنی موضوعات پر ریسرچ کرکے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جیسے استاد عبدالسلام کنونی لکچرار کلیة اصول الدین نطوان نے ابوعبداللہ ابن ابی زمنین کی تالیف مختصر تفسیر یحیی بن سلام پر تحقیق کی ہے۔ استاد عبدالکبیر صدغری لکچرار کلیة الشریعہ فاس نے قاضی ابوبکر بن العربی کی تالیف الناسخ والمنسوخ پر تحقیق کی ہے اور محترمہ سہیر محمد خلیفہ مدرسة الازہر نے الشواہد القرآنیہ فی کتاب مغنی اللبیب لابن ہشام کے موضوع پر کام کیا ہے۔

ایک اہم کتاب ''الاعجاز البیانی للقرآن الکریم'' مقدمہ اور تین مباحث پر مشتمل ہے مقدمہ میں بنت الشاطی نے ہر صدی میں ''اعجاز قرآن'' پر لکھی جانے والی تالیفات کا تعارف کراتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ہر زمانے میں لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اعجاز قرآن پر جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ حرف آخر ہے۔ لیکن اگلی صدی نے ان کے اس دعویٰ پر خط تنسخ کھینچ دیا۔ کیونکہ اعجاز قرآن کا موضوع اسے محدود کی جانے والی تمام کوششوں سے پرے ہے۔

اس کتاب کی پہلی بحث میں معجزۂ قرآن پر گفتگو کرتے ہوئے اعجاز اور تحدی میں فرق بتلایا ہے پھر قرآن کے وجوہ اعجاز کا تذکرہ کر کے ان میں سے بلاغی اعجاز پر زور دیتے ہوئے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ماہرین بلاغت کی کوششوں کا جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ماہرین بلاغت کے طویل اقتباسات نقل کر کے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ان کا نقطۂ نظر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری بحث (جو اصل موضوع کتاب ہے۔) میں بنت الشاطی نے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ قرآن کا اعجاز حروف میں۔

۲۔ قرآن کا اعجاز الفاظ میں۔

۳۔ قرآن کا اعجاز اسالیب میں۔

اس طرح انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ قرآن کریم نے نہ تو کوئی حرف زائد استعمال کیا ہے نہ کوئی حرف محذوف رکھا ہے اور نہ ہی کسی لفظ کو کسی دوسرے لفظ کی جگہ استعمال کیا ہے۔ قرآن نے عام راہ سے ہٹ کر اگر کوئی اسلوب اختیار کیا ہے تو اس میں بھی بلاغت موجود ہے۔ اس طرح قرآن کا ہر حرف، ہر لفظ اور ہر اسلوب اپنی جگہ بھرپور بلاغت رکھتا ہے اور یہی قرآن کا اعجاز ہے۔

کتاب کی تیسری بحث ''مسائل ابن الازرق'' سے متعلق ہے۔ اس کا ترجمہ اس

کتاب میں شامل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرآن کی لفظی بحثوں پر مشتمل ہے جو اردو خواں طبقہ کے لئے مفید نہیں۔

کتاب کی ایک خوبی جس کا بنت الشاطی نے بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہے کہ موصوفہ نیاس میں تفسیر القرآن بالقرآن کا طریقہ اپنایا ہے۔ یوں تو تمام مفسرین کہتے ہیں کہ تفسیر کا سب سے بہتر طریقہ تفسیر بالقرآن ہے۔ لیکن عملاً وہ اسے اختیار نہیں کر پاتے لیکن بن الشاطی نے بہت حد تک اس طریقہ کو اپنایا ہے چنانچہ انہوں نے جہاں بھی کسی حرف یا کسی لفظ پر بحث کی ہے وہاں قرآن کے ان تمام مقامات کا استقصاء اور استقراء کیا ہے جہاں وہ حرف یا وہ لفظ آیا ہے اور ان تمام مقامات کو پیش نظر رکھ اس حرف یا اس لفظ کا معنی متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ بہت سے مباحث جو علوم قرآن کی کتابوں میں منتشر اور بے ربط مذکور رہتے ہیں انہیں بنت الشاطی نے اعجاز کی بحث سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حروف مقطعات، وہ حروف جنہیں زائد یا محذوف قرار دیا گیا ہے یا ان کی تاویل دوسرے حروف سے کی گئی ہے، قرآن میں ترادف، اور قرآنی اسالیب اور ان جیسے دوسرے موضوعات پر بحث کرتے ہوئے ان میں اعجاز قرآن کا پہلو تلاش کیا ہے۔ (۱۳)

۴۔ میں آپ کو اپنے عہد کی ایک صنف نازک سے متعارف کرانا چاہتی ہوں۔ جواب بے شک ہم میں موجود نہیں رہیں مگر ان کی عزم و ہمت کی داستانیں تاریخ نے اپنے اوراق پر رقم کر لیں ہیں اور اب انھیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔

۱۹۔ زینب الغزالی

زینب الغزالی، عالم اسلام کی عالمہ، مبلغہ اور دعوت اسلامی کی عظیم کارکن، ایک پُر آشوب، ابتلا اور آزمائش سے بھرپور عزیمت سے مالا مال زندگی گزار کر اگست ۲۰۰۵ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی۔

زینب الغزالی ۱۹۱۷ء کو مصر کے صوبے الجیرہ کے ایک گاؤں میت عمر میں پیدا ہوئیں۔ یہ ایک کاشتکار اور مذہبی گھرانہ تھا۔ والد بڑے مذہبی انسان تھے اور تاریخ اسلام سے گہرا شغف

رکھتے تھے اور شاید یہی خاندانی اثرات تھے کہ زینب الغزالیؒ نے بہت کم عمری میں، مجاہد صفت صحابیہ رسول ﷺ ''نسیبہ بنت کعب'' کو اپنا آئیڈیل بنالیا۔ حضرت نسیبہؓ اپنے جہادی کارناموں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ دس سال کی عمر میں خطابت میں ملکہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو از خود تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے ایسے وقت میں تعلیم کے بے شمار زینے طے کیے جبکہ عورتوں میں تعلیم کا رواج بہت شاذ تھا۔ جامعہ الازہر کے مشہور علماء شیخ علی محفوظ اور محمود النجار سے علمی استفادہ کیا۔

اپنے ایام جوانی میں وہ Egyption Feminist Uman کی ایک فعال رکن تھیں۔ جسے ہدیٰ شرادی نے ۱۹۲۳ء میں قائم کیا تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ اس جماعت سے مستعفی ہوگئیں کیونکہ یہ جماعت سیکولر نظریات کی حامل تھی۔ ۱۹۳۷ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ انہوں نے ''جامعات السیدات المسلمین'' نامی ایک تنظیم کی بناڈالی۔ جس کا مقصد اسلامی اصول ومقاصد پر عورتوں کو منظم کرنا تھا۔ جیسے ہی انہوں نے یہ تنظیم قائم کی، ان کی فعالیت کئی گنا بڑھ گئی اور ان کو وزارت اوقات نے ۱۵ مساجد تعمیر کرنے کے لائسنس جاری کیے۔ اس کے علاوہ عوامی چندے سے بھی درجنوں مساجد تعمیر کرائیں۔ ان کی تنظیم نے خاتون مبلغین کی ایک بڑی کھیپ تیار کی اور پھر ان خواتین نے اسلام میں عورتوں کے مقام ومرتبے کا بھرپور دفاع کیا۔ زینب الغزالی، اخوان المسلمون کے بانی حسن البناء سے بہت متاثر تھیں، علاوہ ازیں آپ کے افکار وخیالات پر سید قطب شہید، حسن الہضیبی اور عبدالفتاح اسمٰعیل جیسے رہنماؤں کے بھی غیر معمولی اثرات تھے۔ وہ اس خیال کی زبردست حامی تھیں کہ مذھب اور سیاست ایک دوسرے سے متصادم نہیں وہ شریعت کی حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہیں اور اسی وجہ سے مصری صدر جمال عبدالناصر کے عہد حکومت میں انھیں کئی مرتبہ آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔

اخوان المسلمون پر جمال عبدالناصر کا خاص عتاب تھا۔ اخوان کے چھ خاندان ۱۹۵۴ء میں شہید کیے گئے۔ باقی ماندہ لوگ اپنے رہنماؤں کے ساتھ بدترین زنداں خانوں میں اذیت وکرب کی

زندگی گزار رہے تھے۔ اس دور ابتلا میں نہایت حکمت و خاموشی کے ساتھ عظیم خواتین نے اخوانگھرانوں کو سہارا دیا۔ ساتھ ہی دعوت کے میدان میں پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کی ذمہ داریوں کو نبھایا۔ وہ عورت تھیں مگر خدا نے انھیں بے پناہ قوت ارادی اور عزم صمیم سے مالا مال کیا تھا۔ ۱۹۶۴ء میں ناصر کی حکومت نے ان کو کار کے حادثے میں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اس میں ناکامی پر ۲۰، اگست ۱۹۶۵ء کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ ناصر کی خفیہ پولیس چھ سال قید کے دوران اذیت کے ذریعہ ان کے عزم کو شکست دینے کی کوشش کرتی رہی۔ ان کے ہاتھ باندھ کر لٹکا دیتے اور بلاتوقف تازیانے مارے جاتے۔ مار مار کر ان کو لہولہان کردیا گیا۔ ان کی ٹانگ توڑدی گئی۔ خونخوار کتوں کے کمرے میں انھیں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ان کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ جو قلیل مقدار میں خوراک دی جاتی اس میں بھی غلاظت کی آمیزش کردی جاتی۔ آفرین ہے اس خاتون کی عظمت پر کہ ظلم کرنے والے ظلم کرتے کرتے تھک گئے مگر اس نے باطل کے آگے سر جھکانے سے انکار کردیا۔ (۱۴)

ترغیب کا جال بھی پھیلایا گیا اور ترہیب کا آخری حربہ تک استعمال میں لایا گیا۔ ان کے فالج زدہ خاوند محمد سالم کی کنپٹی پر پستول رکھ کر محبوس زینب الغزالی کے طلاق نامے پر دستخط کرائے گئے۔ مجبور معذور خاوند خدا سے فریاد کررہا تھا کہ اے خدا گواہ رہنا میں نے زینب الغزالی کو طلاق نہیں دی۔

زینب الغزالی کو عمر قید کی سزا سنادی گئی تھی مگر جمال عبدالناصر کی موت کے جب سادات حکومت نے اخوانی قیدیوں کو رہا کرنا شروع کیا تو ۱۹، اگست ۱۹۷۱ء کو انھیں بھی قید سے رہائی ملی زینب نے اپنے ساتھیوں کے بغیر رہا ہونے سے انکار کردیا تو ان کو زبردستی جیل سے نکال باہر کیا گیا۔

بے شک ایسے لوگ بڑی تلاش و بسیار کے بعد ملتے ہیں کہ ان کی تعداد تھوڑی رہ گئی ہے مگر یہی وہ لوگ ہیں جن کے دم پر اسلام کا سر بلند ہے۔

اگر ہو آج بھی براہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ''صدیقی، محمد یسین مظہر''ازواج مطہرات کی تفسیری روایات ایک تجزیاتی مطالعہ''۔ ششماہی علوم القرآن علیگڑھ، جنوری تا دسمبر ۱۹۹۱۔ ص:۳۶۔''

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ص ۴۹ ۳۔ صفۃ الصفوۃ ج ۴ص ۱۶

۴۔ صفۃ الصفوۃ ص ۱۰۱ ۵۔ حاشیہ الاکمال ج/ ۱ص/ ۹۲

۶۔ طبقات الحنابلہ ج/ ۱ص/ ۴۴۰ ۷۔ ج ۱ ص ۲۶۲

۸۔ مبارکپوری، قاضی اطہر بنات اسلام ص/ ۳۹ بحوالہ طبقات حنابلہ

۹۔ مبارکپوری ، قاضی اطہر بنات اسلام دینی وعلمی خدمات الصدف پبلشرز ناظم آباد ۱۹۸۰ص/ ۴۰

۱۰۔ طبرانی فی الا وسط و الخطیب فی التا ریخ عن عائشہ

۱۱۔ البدایہ والنہایہ ج 10 ص 284-283

۱۲۔ زو الفقار احمد مولانا مسلمان خواتین کے کارنامے مکتبہ الفقیر فیصل آباد اکتوبر ۲۰۰۱ء ص/ ۷۱ تا ۸۲

۱۳۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہوگیا ہے۔ یہ ترجمہ محمد رضی الاسلام ندوی نے کیا اور دار الکتاب اردو بازار لاہور سے یہ کتاب ۲۰۰۴ء میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ زینب الغزالی جو اسلام کی راہ میں نا قابل بیان آلام ومصائب برداشت کرنا پڑے اس کی مفصل روداد کے لئے دیکھئے ''زینب الغزالی کی تصنیف ایام من حیاتی'' اس کا انگریزی ترجمہ Days From My Life اور اُردو ترجمہ ''زنداں کے برداشب'' کے نام سے موجود ہے۔